بسم اللہ الرحمن الرحیم

ووٹ کی حیثیت اسلامی نقطہ نظر سے

مولانا محمد اسعد قاسمی

بزم خطباء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:

لَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ أَوْلِیَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (ھود:۱۱۳)

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جو ظالم ہیں ورنہ تمھیں بھی جہنم کی آگ پکڑ لے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز نہ ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ أَوْلِیَاءَ (الممتحنہ۱)

ترجمہ:: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج۳۰)

ترجمہ: اور تم جھوٹی باتوں سے بچتے رہو۔

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَاءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی أَنْفُسِکُمْ أَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِیْنَ اِنْ یَکُنْ غَنِیًّا أَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ أَوْلٰی بِھِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوُوْا أَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (النساء۱۳۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم لوگ انصاف قائم کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو۔ اگرچہ اپنے والدین یا رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو (جس کے خلاف گواہی دے رہے ہو) وہ مالدار ہو یا غریب؛ کیوں کہ اللہ ہی ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے؛ پس تم خواہش نفسانی کی پیروی مت کرو کہ انصاف سے ہٹ جاؤ اور اگر سخن سازی اور پہلو تہی کروگے تو اللہ تمہارے کاموں سے خوب باخبر ہیں“۔

لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (البقرۃ:283)

ترجمہ: گواہی کومت چھپاؤ اور جس نے گواہی کو چھپایا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟ ثَلاَثًا، قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ. وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ- أَلاَ وَقَوْلُ الزُّورِ، قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. (بخاری، باب ماقیل فی شهادة الزور، حدیث نمبر: 2654)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہ! ضرور فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک سے اٹھ کر بیٹھ گئے؛ حالانکہ آپ پہلے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور فرمایا اچھی طرح سنو! جھوٹی بات (یعنی جھوٹی گواہی دینا) اس آخری جملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دہراتے رہے؛ یہاں تک کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا کاش آپ خاموش ہوجاتے۔

تمہید

اسلام کی معجزانہ تعلیمات کا دائرہ زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے، اور اس نے کسی زمانہ میں انسانیت کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا، بلکہ ہر زمانہ اور ہر دور سے متعلق اس کی معجزانہ تعلیمات راہ ہدایت فراہم کرتی ہیں، سیاست وحکومت کے شعبہ کے متعلق بھی شریعت نے جامع ہدایات پیش فرمائی ہیں، جن میں حکمرانی اور حکومت اور عوام ورعایا کے متعلق بھی ایسی جامع تعلیمات موجود ہیں کہ دیگر اقوام و مذاہب میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا، مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کے ان تعلیمات سے ناواقف ہونے اور طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی سیاست وحکومت میں ناگفتہ بہ حد تک بگاڑ وفساد پیدا ہوگیا ہے۔ اس لئے سیاست وحکومت سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات کو جہاں ایک طرف حکمرانوں کو ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے، وہاں عوام کے لئے بھی ان سے شناسائی ضروری ہے۔

قیام حکومت کی ضرورت اور اس کے انتخاب کا طریقہ

پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حکومت کا قیام نقل وعقل کے اعتبار سے ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر ملک کے نظم ونسق کو چلانا تقریباً ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی حکومت ختم یا کمزور ہونے کی صورت میں، اُس ملک کے اندر بے راہ روی قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور ایک طرح سے ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو اپنے دینی ودنیاوی معمولات زندگی پورا کرنا اور چلانا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ اور اس ملک پر دشمنوں کی چڑھائی اور قبضہ آور ہونے کا بھی خطرہ لاحق ہوجاتا

ہے۔اس لئے اسلام میں حکومت بلکہ صحیح ،موثر اور مضبوط حکومت کے قیام پر بہت زور دیا گیا ہے،اورزمانہ جاہلیت میں کسی کو بڑا بنانے اور حکمران تسلیم کرنے کا رواج نہیں تھا،اوراسی لئے کسی سے سیاسی بیعت ہونے کو بھی گوارا نہیں کیا جاتا تھا،اوراس کی وجہ سے ہمہ وقت قتل وغارت گری کا بازار گرم رہتا تھا۔

اورشریعت نے یہاں تک کہا ہے کہ جب سفر کی حالت میں تین آدمی ہوں تو اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کر لینا چاہیے،تو ملک کی قیادت کے لئے امیر وحکمران مقرر کر لینے کی اہمیت کیا کچھ ہوگی؟ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ (سنن أبي داود)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر میں نکلیں،تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں (ابوداؤد)

اسی طرح حضرت زِر بن حُبَیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: جب لوگوں نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط (حکمران) کے طرز عمل کو برا سمجھا،تو لوگ گھبرا کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے،تو ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم (حکمران کی ناگوار باتوں پر) صبر کرو،پس بے شک حکمران کا پچاس سال ظلم کرنا بہتر ہے،ایک مہینہ کے ھرج (یعنی بغیر حکومت کے قتل وقتال اورخانہ جنگی) سے،اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے حکومت ضروری ہے،خواہ نیک ہو، یا فاجر(یعنی فاسق اور گناہ گار وظالم) جہاں تک نیک حکومت کا تعلق ہے،تو وہ تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لیتی ہے،اورتمہارے درمیان تمہارا مال انصاف کے ساتھ برابر تقسیم کیا جاتا ہے،اور جہاں تک فاجر (یعنی فاسق اور گناہ گار وظالم) حکومت کا تعلق ہے،تواس میں مومن کی آزمائش کی جاتی ہے،اورفاجر(فاسق اور گناہ گار وظالم) حکومت بہتر ہے ھرج سے،عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول!ھرج کیا ہے،تو آپ نے فرمایا کہ قتل وقتال(خانہ جنگی)اورجھوٹ(دھوکہ وفریب)(طبرانی)

ابن بطال رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی اسی طرح کا نقل کیا ہے۔اس حدیث سے حکومت کے قیام کی اہمیت وضرورت واضح ہوئی،اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عادلانہ حکومت کا قیام،فاجرانہ حکومت کے مقابلہ میں مقدم واہم ہے،اوراگر یہ ممکن نہ ہو، یا اس پر قدرت نہ ہو،تو تب بھی فاجر حکومت کا قیام ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امارت (وحکومت) کے سلسلے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جس پر ہم عمل کرتے ، بلکہ یہ تو ایک چیز تھی جس کو ہم نے خود سے تجویز کرلیا تھا،پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان پر اللہ کی رحمت ہو،وہ (حق پر) قائم رہے اور (حق) قائم کر گئے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے،عمر پر بھی اللہ کی رحمتیں نازل ہوں،وہ بھی (حق پر) قائم رہے اور (حق) قائم کر گئے، یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن جھکادی(یعنی دین خوب بھاری ومضبوط ہوگیا)(مسند احمد)

معلوم ہوا کہ حکمران کو منتخب کرنے کی ذمہ داری اس خطہ کے باشندوں کی ہے،لیکن اس کے منتخب کرنے کا کوئی متعین طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز نہیں فرمایا۔(انتخاب اورووٹ کے احکام ص 10 تا 13)

مذکورہ باتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکومت کے انتخاب کے لیے شرعاً کوئی طریقہ مذکور نہیں ہے، ہاں کچھ اشارے ملتے ہیں انتخابات کے لیے جیسے کہ حکمرانی کے لئے باہمی مشورہ سے بیعت عام ہونی چاہیے، جس سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے لوگ بیعت کریں، اور اس بیعت کو سیاسی اور اماراتی بیعت کہا جاتا ہے۔ اور حکمرانی کے انتخاب کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے موجود حکمران اپنے بعد حکمرانی کے لئے کسی معتبر شخص کو دیانت دارانہ وذمہ دارانہ طریقہ پر مقرر وتجویز کردے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر وتجویز فرمایا تھا۔ اور اگر دیانت دار وذمہ دار کچھ لوگوں کی شوریٰ مقرر کر دی جائے، اور پھر یہ شوری دیانت دارانہ وذمہ دارانہ طریقہ پر حکمران کا انتخاب کرے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حکمران کے انتخاب کے لئے کیا تھا، تو بھی جائز ہے۔ اور اگر حکومت کے انتخاب کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور مناسب حال طریقہ تجویز کیا جائے، جس پر عوام کا اتفاق ہو جائے اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی لازم نہ آئے، تو بھی جائز ہے، کیونکہ شریعت نے حکومت کے انتخاب کا کوئی ایک مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے پیش نظر اصل مقصود، انتشار وافتراق کو ختم کر کے کسی حکومت و حکمران پر عمومی اتفاق کا حاصل ہوجانا ہے۔

پھر حکمران سے سیاسی واماراتی بیعت میں سب لوگوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کافی ہے، جس سے جبر واکراہ کے بغیر کسی کی حکمرانی وحکومت پر دوسروں کی طرف سے رضامندی ظاہر ہوجائے۔ (ایضاص 17)

امیدوار کی صفات

کسی عہدہ کو سنبھالنا یہ قومی امانت اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے، اسی لیے خود سے کوئی اپنے آپ کو پیش نہ کریں ورنہ کمی کوتاہی پر بڑی گرفت ہوگی، آج کل دیکھنے میں آرہا ہے کہ نااہل وغیر دیانت دار لوگ اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور امیدوار بن جاتے ہیں، اور صادق وامین ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور مدمقابل پر خوب الزام تراشیاں کرتے ہیں اور جھوٹا اور خائن ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جب کہ خود ان میں یہ تمام برائیاں موجود ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس اگر کسی میں لیاقت وقوت ہو اور یہ عزم ہو کہ وہ امانت ودیانت اور پوری قوت کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو ادا کرسکتا ہے اور اپنے دعویٰ میں سچا ثابت ہوگا اور اگر خود کو پیش نہیں کیا تو کوئی خائن ونااہل اور غیر دیانت دار کھڑا ہوگا تو ایسی صورت میں اپنے آپ کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں مدعی ہے؛ ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت وامانتداری سے اس کام کو انجام دے گا۔ اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعوے میں سچا ہے، یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے، اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدار اور خیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا، اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا

ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال ہی تک محدود تھی، کیونکہ بھی حدیث ہر شخص اپنی ذات کے علاوہ) اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اُس کی گردن پر آتا ہے، اور وہ دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے (جواہر الفقہ ج ۵، ص ۵۳۲، مطبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق نومبر ۲۰۱۰)

اور حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ممبری کا امیدوار گویا اس کا مدعی ہوتا ہے کہ وہ اس کام کی قابلیت اپنے اندر رکھتا ہے جس کا وہ امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ امانت ودیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔ جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہ ہو اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہوتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا مدعی ہے اور ملک وملت کی خرابی کا سبب بننے کے ساتھ خیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جاتا ہے۔ اب جو شخص بھی کسی مجلس کی ممبری کا خواہشمند ہو اگر اس کو کچھ بھی آخرت کی فکر ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس ممبری کے بعد اس کے ساتھ جس قدر مخلوق خدا کا تعلق ہے ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے (حیات ترمذی صفحہ ۳۲۳)

ووٹ کی حیثیت

موجودہ زمانہ میں حکمران کے انتخاب کا ایک مخصوص طریقہ رائج وشائع ہے جس کو ہم ووٹنگ کہتے ہیں لہذا ہمیں شرعاً اس کی حیثیت کو بھی جان لینا اور سمجھ لینا ضروری ہے۔

ووٹ کی شرعاً تین حیثیتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

(1) شہادت۔ (2) سفارش یا شفاعت۔ (3) وکالت۔

ووٹ کی ایک حیثیت شہادت کی ہے،

عدل وانصاف قائم کرنے اور حکومتی نظام کو منظم کرنے اور سیاسی بیعت کے جو نمایاں اور بنیادی اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب شہادت ہے۔

شہادت ایک اہم ذمہ داری ہوتی ہے، اس سے قوم کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں اس کو بنیاد بنا کر ایک کام کو مکمل کیا جاتا ہے، اگر گواہی سچائی پر مبنی ہو تو صحیح شخص کا انتخاب عمل میں آتا ہے اور یہ گواہی گواہ کے لیے باعث اجر بن جاتی ہے اگر جھوٹی ہو تو باعث گناہ بن جاتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایمان کے حقوق اور اس کے واجبات میں یہ شامل ہے کہ حق بات کی گواہی دی جائے، چاہے وہ گواہی اپنے ہی نفس کے خلاف ہو یا کسی قریبی کے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو۔ (النساء:135)

اسی اہمیت کے پیش نظر شریعت نے جس طرح جھوٹی گواہی کی مذمت بیان کی ہے اسی طرح شہادت کو چھپانے یا گواہی نہ

دینے کی شناعت وقباحت کو بھی بیان کیا ہے، چنانچہ سورہ بقرہ آیت نمبر 283 میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی کو چھپائے گا، تو اس کا دل گناہ گار ہوگا؛ اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ الله: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا، حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ (بخاری کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبر الکبائر (یعنی کبیرہ ترین گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟ ہم نے عرض کیا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اس کے بعد) آپ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، آپ یہ بات بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں اس بات سے خوف زدہ ہوکر) کہا کہ آپ خاموش نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے گناہ کی شدت اور بُرائی کو بیان کرنے کے لیے ٹیک ہٹا کر اس جملے کو بار بار دہرایا، جس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی دینا بدترین گناہ ہے، اور ووٹ چونکہ ایک طرح کی گواہی ہے، لہٰذا اس کا ناجائز وناحق استعمال بھی بدترین گناہ میں داخل ہوا۔

اور جب شہادت کا تعلق ایمانی اور عبدی حقوق سے بھی ہے تو اس کو مطالبہ کئے بغیر بلا معاوضہ ادا کرنا لازم ہوگا اور اس پر کسی قسم کا معاوضہ لینا درست نہیں ہوگا۔ اور اس میں کسی قسم کی دعوت یا ترغیب کا انتظار بھی نہیں کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَاتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا (جمع الفوائد بحوالہ طبرانی ص 261 ج 1 بحوالہ مالک ومسلم شریف) "کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ وہ شخص ہے جو اپنی گواہی کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی ادا کردے۔

اگر کوئی ووٹ کے عوض نوٹ لیتا ہے تو یہ قوم کے ساتھ غداری ہوگی اور یہ فعل ورقم بھی حرام ہوگی، چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تین آدمیوں سے اللہ (قیامت کے دن) کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور (ضرورت پڑنے پر) مسافروں کو نہ دے، دوسرے وہ شخص جو کسی (حکمران وغیرہ) سے بیعت صرف دنیا کی خاطر کرے کہ اگر وہ (حکمران) اس کی مرضی کے مطابق دیتا (اور کام کرتا) ہے تو یہ (بیعت پر) قائم رہتا ہے، ورنہ بیعت کو توڑ دیتا ہے،

تیسرے وہ شخص جو کسی سے عصر کے بعد کسی سامان کا سودا کرے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھائے کہ اس کو یہ چیز اتنے اتنے داموں میں ملی ہے اور خریدار اس کو خرید لے (بخاری کتاب الشہادات باب الیمین بعد العصر.) اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے دنیا اور مال و دولت یا ذاتی مفادات کی خاطر بیعت ہونا، اللہ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے، اور ووٹ کے بارے میں یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ سیاسی بیعت کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور کسی نااہل کے حق میں مال و دولت کی خاطر ووٹ کا استعمال کرنا بھی اسی وعید میں داخل ہے۔ بلکہ یہ ایک طرح سے رشوت میں بھی داخل ہے، جس کا لین دین جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہار جیت وغیرہ کا) فیصلہ کرنے پر رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔

(ترمذی شریف رقم الحدیث الحدیث 1336، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم.)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ: ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے (جواہر الفقہ ج 5 ص 536)۔

فتاوی بینات میں ہے کہ: ضرورت ہے کہ ووٹر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنے ووٹ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں۔ ووٹ کی خرید و فروخت حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ ووٹ ایک حق ہے اور حق کی خرید و فروخت باطل کالعدم ہے (فتاوی بینات سوم صفحہ ۵۰۷)

اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ: وہ بلاشبہ قابل صد نفرین و ملامت ہیں جو اپنی دولت کے سہارے ووٹ خرید خرید کر اقتدار تک پہنچتے ہیں لیکن ان کے جرم میں وہ عوام بھی برابر کے شریک ہیں جو کھنکتے ہوئے سکوں کی آواز سن کر قوم، ملک، دین اور اخلاق سب کو بھول جاتے ہیں، اور پھر جب ان کے ووٹوں کے خریدار اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر سارے عوام کا خون نچوڑتے ہیں تو یہ اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے حکومت پر تنقید کے بہانے دولت کے کسی نئے سورج کی پرستش شروع کر دیتے ہیں (اسلام اور سیاست حاضرہ ص ۱۴) یہ وعیدیں تو صرف ووٹ کے اس غلط استعمال پر صادق آتی ہیں جو محض ذاتی تعلقات کی بنا پر دیا گیا ہو، اور روپے پیسے لے کر کسی نااہل کو ووٹ دینے میں تو دو کبیرہ گناہ جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک جھوٹی گواہی، اور دوسرے رشوت خوری (اسلام اور سیاست حاضرہ ص ۹)

اور فتاوی حقانیہ میں ہے کہ: ووٹ کی شرعی حیثیت یا تو شہادت (گواہی) کی ہے، یا سفارش کی۔ اور فقہاء کے نزدیک شہادت پر پیسے لینا جائز نہیں اور اگر اُمیدوار کی غرض خرید و فروخت کی نہ ہو بلکہ ویسے لالچ دینے کے لیے ہو کہ پیسے دے کر لوگ مجھے ووٹ دیں گے تو اس صورت میں تقسیم شدہ اشیاء کی حیثیت رشوت کی ہے اور رشوت لینا اور دینا شرعاً حرام ہے؛ اس لیے ووٹ کے عوض میں کچھ لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے (فتاوی حقانیہ جلد دوم صفحہ)۔

(۲) سفارش یا شفاعت

ووٹ کی دوسری حیثیت سفارش یا شفاعت ہے۔ سفارش کا مطلب جب کوئی شخص اپنا ووٹ کسی امیدوار کو ڈالتا ہے تو اس کی جانب سے سفارش ہوتی ہے اور اس کا یہ فعل دوسروں کو آمادہ کرتا ہے کہ جس کو میں نے ووٹ ڈالا ہے دوسرے بھی اسے ووٹ ڈال سکتے ہیں اور ڈالنا چاہیے۔ لہٰذا اہل و لائق اور دیانتدار کے حق میں سفارش باعثِ سعادت و باعث اجر ہوگی، اور نا اہل و نالائق اور خائن کے حق میں سفارش گناہ و وبال کا سبب بنے گی۔ چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے کہ جو شخص اچھی سفارش کرے گا اس کو اس کا حصہ (اجر و ثواب) ملے گا، اور جو کوئی بری سفارش کرے گا اس پر اس کی بری سفارش کا وبال ہوگا (سورہ نساء آیت نمبر 85)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفارش جس حیثیت کی ہوگی بدلہ بھی اسی کے اعتبار سے ہوگا اگر صحیح شخص کی ہوگی تو اجر ملے گا اگر غلط شخص کی طرف اشارہ ہو تو اس کا گناہ اسی کے سر پر ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (مستحق کی) شفاعت کرو، تمہیں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا، اور (پھر اس کے بعد) اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے فیصلہ فرمائے گا (سنن ترمذی ابواب العلم باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ)

معلوم ہوا کہ فیصلہ خواہ کوئی بھی ہو، لیکن اچھی سفارش کا اجر و ثواب بہر حال حاصل ہو جاتا ہے۔

اسی کے متعلق مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ایک حیثیت ووٹ کی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اور دوسروں کو آمادہ کرتا ہے کہ اس کو ووٹ دیں اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل فاسق و ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے (حیات ترمذی صفحہ 344 ملخصاً)

خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی کسی ووٹ دیں اس کی لیاقت و قابلیت دیکھیں کہ وہ منتخب ہو کر قوم کی خدمت کرے گا اور جو حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں انہیں پوری قوت کے ساتھ ادا کرے گا۔

اگر اس کے برخلاف کو ووٹ دیں گے اور سفارش کریں گے تو جو پانچ سالہ مدت یہ مسلط رہے گا اس کا انجام و وبال بھی بھگتنا پڑے گا جس جس نے اس کی سفارش کی ہے سب پر اس کا بوجھ ہوگا۔

(۳) وکالت۔

ووٹ کی تیسری حیثیت وکالت کی ہے جب کوئی شخص کسی امیدوار کو اپنا ووٹ دیتا ہے تو وہ اسے اپنا وکیل بناتا ہے۔ اور یہ وکالت حقوق مشترکہ میں عام ہوگی کسی کی ذات تک محدود نہیں رہے گی لہٰذا اس کے اثرات بھی اسی طرح ہوں گے۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص اپنے ذاتی کام کے لیے کسی کو وکیل بناتا ہے تو اس وکیل کا جو بھی معاملہ ہوگا وہ شخصی ہوگا چاہے نفع ہو یا نقصان ہو، اس کے اثرات ایک شخص تک محدود ہوں گے۔ لیکن ووٹ دینے میں شخصی مسئلہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ قومی و ملکی مفاد میں

ہوتا ہے اگر منتخب نمائندہ سے کوئی غلطی واقع ہوجائے یا وہ خود کوئی غلط کام کرے یا غلط فیصلہ لے تو اس کے اثرات پوری قوم تک پھیل جائیں گے اور اس کا نقصان محدود نہیں رہے گا۔ لہٰذا اگر کسی نے نااہل کی وکالت کی تو وہ ظالم کی اعانت کرنے والا اور گناہ گار ہوگا اور جب تک وہ حکومت میں رہے گا اور لوگ اس کی نااہلی کو جھیلیں گے تو جس جس نے اس کو ووٹ دے کر اس کی وکالت کی تھی گناہ میں سب برابر کے شریک ہوں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کا عامل (اور وزیر مقرر کیا، اور اُس جماعت میں اُس آدمی سے زیادہ اللہ کا پسندیدہ بندہ تھا، تو اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خیانت کی اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیانت کی۔

(بروایت ابن ابی عاصم رقم الحدیث 1462، باب قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رأیت فی النوم کأنی أنزع بدلو بکرۃ علی قلیب المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث 11216، السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث 20364)

اس سے معلوم ہوا کہ بہتر امیدوار کے مقابلہ میں بدتر امیدوار کو ووٹ دے کر حکومتی معاملات کا وکیل و نمائندہ مقرر کرنا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں، سب کے ساتھ اجتماعی خیانت ہے۔

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

ووٹ کی دوسری حیثیت توکیل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ووٹر امیدوار کو اپنے سیاسی اور دینی امور کا وکیل بنا رہا ہے، ظاہر ہے کہ وکیل ایسے ہی شخص کو بنایا جاتا ہے جو بارِ وکالت صحیح طور پر اٹھا سکے، اس طرح وکیل کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا کرے۔ (فتاوی بینات جلد سوم صفحہ ۵۰۷)

بعض کتب میں ووٹ کی اور بھی حیثیتیں تحریر کی گئی ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ووٹ کی تین حیثیتیں ہیں۔

شہادت، سفارش یا شفاعت، وکالت۔ تینوں حیثیتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ کر ایمان داری کے ساتھ اپنے فرض کو انجام دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی ایک لغزش سے پوری قوم کو نقصان اٹھانا پڑے، جس کا وبال آپ ہی کی گردن پر رہے گا اس لیے جس کو ووٹ دینا ہے اس کو اچھی طرح جانچ لیں کہ اولاً یہ لائق ہے کہ نمائندگی کا بوجھ اٹھائے گا، یا نہیں ۔ ثانیاً امانت دار ہے کہ حقوق کا خیال رکھے گا یا خائن ہے کہ حقوق کو پامال کرے گا۔

اللھم لا تسلط علینا من لا یرحمنا آمین یارب العالمین

أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولكم ولسائر المسلمين، فاستغفروه إنه هو الغفور الرحيم۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہوجائیں